بہار کی یادگار اسلامی عمارتیں

از: ڈاکٹر سید شاہد اقبال، بہار

بہار میں مسلم حکومت کا آغاز ۵۹۰ھ بمطابق ۱۱۹۴ء میں احمد محمد بختیار خلجی کی فتوحات سے ہوتا ہے۔ بختیار خلجی (۱۱۹۴ء سے ۱۲۰۷ تک) مشرقی ہندوستان کا پہلا مسلم فاتح ہے۔ جس نے مملکت اسلامیہ کو بہار اور بنگال تک وسعت دی۔

دہلی پر پانچ سو سالہ مسلم حکومت کی تعمیرات آگرہ، دہلی فتح پور سیکری، اجمیر، جے پور وغیرہ میں دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ بہار میں مسلم دور حکومت کی نمائندہ اور اہم تعمیرات موجود ہیں۔

عہد وسطی میں بہار ایک ایسا سرحدی علاقہ تھا جس پر تسلط قائم کرنے کے لئے دہلی اور بنگال کے سلطانوں کے درمیان اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں مختلف حصوں پر ان کا قبضہ قائم اور پھر ختم ہوتا رہا — بہار کی قدیم عمارتوں میں زیادہ تر عبادت گاہیں، مقبرے اور محلات ہیں، ان پر ایرانی افغانی اور مغل طرز تعمیر کے اثرات واضح ہیں۔

ذیل میں ہم ان چند اہم تعمیرات کا ذکر کریں گے جنہیں مسلم دور حکومت میں تعمیر کیا گیا ہے۔

(۱) روضہ ملک ابراہیم بیّاؔ (بہار شریف / نالندہ)

سن تعمیر ۷۵۳ھ / ۱۳۵۳ء

بہار کی سب سے قدیم تاریخی عمارت ملک ابراہیم بیّاؔ کا مقبرہ جو بہار شریف میں ایک پہاڑی پر واقع ہے ملک ابراہیم بیّاؔ / سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد (۱۳۵۱-۱۳۸۸ء)

میں بہار کے حاکم (گورنر) تھے۔ انہوں نے بہار میں تغلق حکومت کی توسیع اور استحکام میں نمایاں حصہ لیا تھا اور ۱۳۵۳ء میں شہید ہوئے تھے۔ یہ مقبرہ اسی سال تعمیر ہوا تھا۔

اس عمارت کا پلان اس طرح ہے، چار دیواری سے گھرے ہوئے ایک وسیع چوکور صحن کے اوپر چوکور ہال ہے جس کی دیواریں مخروطی (Tapering) ہیں۔ اور جس کے اوپر ایک غیر معمولی شکل کا چبوترا سا گنبد ہے۔ اس میں تغلق عہد کی عمارتوں کی اکثر خصوصیات موجود ہیں۔ مثلاً مخروطی دیواریں / نکیلے شکل کے محراب اور واحد گنبد۔ یہ عمارت بہار میں تغلق شاہی طرز تعمیر کے اثرات کی نشاندہی کرتی ہے۔

ملک ابراہیم بیاؒ ۱۳ / ذی الحج ۷۵۴ھ / ۱۳۵۳ء بروز اتوار رہتاس گڑھ قلعے میں شہید ہوئے، جسد خاکی بہار شریف لایا گیا۔ آپ شہر بہار شریف سے ایک میل دور پہاڑی پر مدفون ہیں جس پہاڑی پر آپ کا روضہ ہے وہ ''پیر پہاڑی'' کے نام سے مشہور ہے۔

سات صدیاں گذر گئی لیکن ملک بیاؒ کے روضے کی عمارت بالکل نئی معلوم ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ عمارت کی اینٹوں سے خوشبو نکلتی ہے۔ روضے کے اندر ایک مخصوص گوشہ ہے جہاں ایک مخصوص مقام پر جس قد کا آدمی کھڑا ہو جائے وہ ایک مخصوص خوشبو محسوس کرے گا۔ لیکن کھڑا ہوا شخص اپنے پیر کے پنجوں پر کھڑا ہو کر اپنا قد اونچا کرے یا چہرہ ادھر ادھر گھمائے تو وہ خوشبو غائب ہو جاتی ہے۔

(۲) شیر شاہی قلعہ عظیم آباد (المعروف قلعہ جالان / پٹنہ سٹی)

سن تعمیر ۱۵۴۰ء

پٹھانوں کے عہد سلطنت سے متعلق ایک کتاب تاریخ داودی میں لکھا ہے کہ ایک موقع پر جب شیر شاہ گنگا کے کنارے کھڑا تھا تو اسے یہ خیال ہوا کہ چونکہ اس جگہ پر شمال کی جانب سے ایک دوسرا دریا ''گنڈک'' گنگا میں آکر ملتا ہے، لہذا گنگا کا پانی اس جگہ سے شمال کی جانب زیادہ دور نہیں ہٹ سکتا ہے اور یہ اس جگہ کے شمالی کنارے کو محفوظ بنائے رکھے گا۔

اگر دوسری جانب سے اسے قلعہ بند کردیا جائے تو یہ ایک محفوظ فوجی مقام بن جائے گا۔ چنانچہ اس نے ایک قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا اور پانچ لاکھ روپے کے خرچ سے تقریباً ۱۵۴۰ء میں یہ قلعہ مکمل ہوا۔ ؎

عہد مغلیہ میں اکثر صوبے دار وحکام اس جگہ قیام کرتے تھے۔ ۱۵۷۶ء میں اکبر کے زمانے میں داؤدخاں کرارانی فرماں روائے بہار وبنگال وائڑیہ اس قلعے میں قلعہ بند ہوگیا تھا اس کے فرار ہونے پر اکبر نے اس پر قبضہ کرلیا تھا۔ راجا مان سنگھ اور شہزادہ عظیم الشان کے زمانے میں اس کی مرمت بھی کی گئی تھی۔ ؎

اس جگہ اس بات کا اظہار بے جا نہ ہوگا کہ قلعہ جالان کے سکونتی مکان کے آخری مالک مرزا سعید اتھے۔ انہوں نے آٹھ دس ہزار روپے لے کر اسے رائے بہادر راجا کرشن جالان (مارواڑی) کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جس نے اس قلعے کو انگریزی عمارتوں کے طور پر آراستہ کیا۔ ؎

(۳) شیر شاہ کا مقبرہ شہسرام سن تعمیر ۱۵۴۵ء

تاریخی اور فنی اعتبار سے زیادہ مشہور عمارتیں وہ ہیں جو سوری عہد میں شہسرام میں تعمیر کی گئی ہیں۔ مثلاً حسن خاں، شیر شاہ اور علاول خاں کے مقبرے، ان عمارتوں میں دہلی کے سید اور لودی طرز تعمیر کے اثرات نمایاں ہیں۔ مگر ہم ان میں کچھ جدتوں کا اضافہ بھی پاتے ہیں۔

شیر شاہ کا مقبرہ ایک مصنوعی جھیل کے درمیان بنا ہوا ہے۔ جس کے شمال جانب مقبرے تک آنے کے لئے ایک محراب دار پل بنا ہوا ہے۔

اس کا نقشہ اس طرح ہے۔ ایک بلند چبوترے پر ایک چوکور سنگی صحن ہے جس کے اوپر ایک چوکور کمرہ ہے۔ عمارت کا سب سے پرشکوہ حصہ نیم کروی شکل کا گنبد ہے اس کا نچلا حصہ یا (DRUM) ۱۶ پہلوؤں کا ہے اور قطر ۲۲ میٹر کا ہے۔ عمارت میں رنگین اور روغن دار TILES لگے ہوئے تھے۔ جب یہ عمارت اپنی اصل حالت میں رہی ہوگی اس وقت اس

کا خوبصورت رنگین عکس جھیل کے صاف پانی میں جھلکتا ہوگا۔ گرچہ اب وہ کیفیت باقی نہیں رہی، مگر آج بھی ناظرین پر اس کا مجموعی تاثر بہت گہرا ہوتا ہے، نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ساری دنیا میں INDO-ISLAMIC طرز تعمیر کا ایک عمدہ شاہکار مانا جاتا ہے۔ہے

یہاں اس بات کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ شیر شاہ (۱۵۴۰-۱۵۴۵ء) کالنجر (بندیل کھنڈ) کے محاصرے کے دوران مئی ۱۵۴۵ء میں بارود کے ذخیرے میں آگ لگ جانے سے جھلس گیا تھا بعد میں اس کی موت واقع ہوگئی تھی اس کی میت سہسرام لائی گئی اور اس کے تعمیر کردہ مذکورہ مقبرے میں ہی اسے دفن کردیا گیا۔!!!

(۴) جامع مسجد راج محل ضلع صاحب گنج (سنتھال پرگنہ) سن تعمیر ۱۵۹۵ء

شہنشاہ اکبر اعظم نے راجا مان سنگھ کو دسمبر ۱۵۵۷ء میں بہار کا حاکم (گورنر) نامزد کیا۔ راجا مان سنگھ اٹھارہ سال (۱۵۸۷ء تا ۱۶۰۵ء) بہار کا حاکم رہا۔ ۱۵۹۵ء راجا مان سنگھ نے اکبر نگر (بعد میں آک محل اور آج راج محل) نامی ایک شہر بسایا اور اسے دارالحکومت بنگالہ قرار دیا، راج محل ضلع صاحب گنج (سنتھال پرگنہ) میں واقع ہے۔ ۱۵ر نومبر ۲۰۰۰ء کو بہار کی تقسیم کے بعد یہ ضلع نوتشکیل شدہ ریاست جھارکھنڈ کا حصہ بن گیا ہے۔

راجا مان سنگھ نے اس جگہ ایک خوبصورت محل تعمیر کرلیا اور ایک شاندار اور خوبصورت شہر آباد کیا۔ اس زمانے میں یہ بنگالہ کا سب سے زیادہ آباد اور پر رونق شہر تھا۔ اب یہاں چند شکستہ عمارتوں کے سوا کچھ باقی نہیں۔ راج محل کی جامع مسجد اس عہد کی یادگار ہے۔

راج محل کی جامع مسجد وسعت کے اعتبار سے بہار رجھارکھنڈ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ یہ مسجد موجودہ راج محل سے تقریباً چار میل جانب پچھم واقع ہے اوور ایک پہاڑی نما ٹیلے پر بنی ہوئی۔ اس مسجد میں ایک وسیع ہال اور صحن ہے جو ایک پختہ چہاردیواری سے گھرا ہوا ہے جس میں سہ طرفہ راستہ ہے، شمال، جنوب اور مشرق اس مسجد کا مشرقی دروازہ عام راستہ تھا،

پچیس ، تیس زینوں کو (جو اب منہدم ہو چکے ہیں) طے کر کے مسجد میں داخل ہوا ہوتا تھا۔ اس کے اندر دس فٹ چوڑا ایک پلیٹ فارم بھی ہے، اس مسجد میں جانے کے لئے تین دروازوں کے علاوہ چار کھڑکیاں بھی ہیں۔ یہ مسجد سنگ سیاہ کی ترشی ہوئی سلوں سے بنائی گئی ہے صرف دالان اور گنبد میں اینٹ کو جوڑی پر سرخی کا پلاسٹر ہے۔ یہ مسجد تقریباً تین سو فٹ لمبی اور نوے فٹ چوڑی (300'lx90'W) ہے اس میں آٹھ مینار اور سترہ گنبد تھے۔ جن میں سے چند مینار اور گنبد ٹوٹ گئے ہیں۔ دالان دوہرا ہے دالان کے اندر چھت سے متصل چار حجرے بنے ہوئے ہیں جن پر چار چھوٹے چھوٹے نصف دائرہ نما گنبد ہیں ۸

منبر سنگ مرمر کا نہایت خوبصورت اور منقش تھا۔ محافظ کی زبانی معلوم ہوا کہ سنتقالی کھود کر لے گئے۔ صحن دو ہیں ایک فوقی فرش دالان کے برابر دوسرا تحتی رفوقی صحن ہے جو نو دس فٹ نیچا ہے۔ اس تحتی صحن کے وسط میں ایک چھوٹا۔ سا حوض (وضو کے لئے) اور اس کے وسط میں فوارہ بنا ہوا ہے اور حوض میں پانی آنے کے لئے صحن کے ہر جانب نالیاں بنی ہوئی ہیں۔ چھت پر چڑھنے کے لئے دائیں بائیں جانب سنگی زینے بنے ہوئے ہیں۔ گنبد ذرا چپٹے ہیں اور ان پر کلس نہیں چڑھے ہوئے ہیں۔ یہ مسجد نہایت پختہ اور مضبوط بنائی گئی تھی --۱۹۳۶ء سے یہ محکمہ آثار قدیمہ کے زیر نگرانی ہے۔ محافظ کی زبانی معلوم ہوا کہ ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن (LORD CURZON) بہ نفس نفیس اس مسجد کو دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ ۹ ،۱۰

(۵) قلعہ رہتاس، سن تعمیر ۱۵۸۷ـ۱۵۹۷ء

روایتوں کے مطابق اس قلعے کا بانی رہتا سوا پیر چندریا خود راجا ہریش چندر تھا۔ لیکن اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ قلعہ ہندو راجاؤں کے عہد میں تعمیر ہوا تھا لیکن موجودہ قلعہ اور عمارتیں مسلمانوں کے عہد کی بنی ہوئی ہیں۔ ہندو راجاؤں کے عہد کے متعلق چند کتبے چٹانوں اور پتھروں پر پائے گئے ہیں جن کا ذکر شاہ آباد ڈسٹرکٹ گزیٹر (SHAHABAD DISTRICT GAZETTEER) اور فرانسس بکانن سفرنامے

JOURNAL of FRANCIS BUCHANAN میں موجود ہے۔

روہتاس قلعے میں مختلف بادشاہوں کے وقت کی عمارتیں ہیں۔ ان میں سے مشہور راجامان سنگھ کا محل ہے۔ اس کی اندرونی عمارتوں میں بارہ دری، آئینہ محل، پھول محل اور تخت محل کی چار منزلہ عمارت قابل دید ہے۔ محل کے صدر دروازہ کے دونوں جانب پتھر کے دو خوبصورت ہاتھی، طاقوں کے اندر کندہ ہیں اسی وجہ سے یہ دروازہ ہتھیا پول کہلاتا ہے۔ دروازے کے اوپر فارسی میں اور سنسکرت میں دو کتبے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ راجامان سنگھ کے حکم سے یہ عمارتیں ۹۷-۱۵۹۶ء میں تعمیر کی گئی تھیں، بعد میں ۱۶۰۷/۱۶۰۶ء میں انہوں نے مغربی گھاٹ کے سرے پر تین بلند مورچہ بند دروازے تعمیر کرائے تاکہ اس جانب سے حملہ نہ ہوسکے۔ قلعے سے دور اور ایک غیر آباد مقام پر ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ ان دروازوں تک نہیں جاتے مگر یہ اپنی مضبوطی اور خوبصورتی کے لحاظ سے قابل توجہ ہیں۔ یہ تمام عمارتیں استاد مبارک صنعت گر اور داروغہ پلی بھدر کے زیر نگرانی مکمل ہوئی تھیں۔ جن کے نام کتبے میں درج ہیں۔

قلعہ رہتاس کی چند اہم عمارتیں (راجامان سنگھ کی تعمیر کردہ) درج ذیل ہیں۔

۱۔ محل سرائے

رہتاس قلعے کی سب سے اہم عمارت کا نام محل سرائے ہے، یہ شمالاً جنوباً (500'NS X 300EW) پانچ سو فٹ لمبی اور شرقاً غرباً تین سو فٹ چوڑی ہے، یہ بہت خوبصورت عمارت اور مغل طرز تعمیر کا بہار میں ایک عمدہ نمونہ ہے عہد اکبری میں تعمیر ہوئی ہے اس کا بلند دروازہ ہاتھی پول (ہاتھی دروازہ) کہلاتا ہے داخل دروازہ نو فٹ چوڑا ہے اور اس کے قریب پہرہ دار کا کمرہ بھی ہے۔

۲۔ بارہ دری

یہ ایک بڑے چبوترے پر بنی ہوئی ہے جو 120' L X 90 'W اس کے مشرق اور

مغربی جانب دو سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جو اسے دوسری منزل سے ملاتی ہیں۔

۳۔ تخت بادشاہی یا دیوان خاص

یہ راجا مان سنگھ کی رہائش گاہ تھی۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے جس میں خوبصورت کمرے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی نچلی منزل میں دو بڑے ہال 50' LX 15 ' W اور 45'LX 15' W گیلری کے ساتھ بنے ہوئے ہیں۔

۴۔ ناچ گھر یا دیوان عام

یہ ایک وسیع عمارت ہے جس کے چاروں طرف برآمدے بنے ہوئے ہیں۔ مقامی روایت کے مطابق راجا مان سنگھ کے زیر استعمال تھی اور اس میں ناچنے اور گانے والیوں کی رہائش کا انتظام بھی تھا۔

۵۔ آئینہ محل یا شیش محل

یہ ایک خوبصورت عمارت ہے لیکن قلع آگرہ کے شیش محل یا امیر کے آئینہ محل کے مقابلے میں قلع رہتاس میں دیواروں پر شیشے کم لگے ہوئے ہے۔ صرف بارہ شیشے 2X2 کے لگے ہوئے ہیں جن کو زمانے نے دھندلا کر دیا ہے۔ یہ شیش محل رجامان سنگھ کی سب سے چہیتی رانی کے لئے مخصوص تھا۔

۶۔ پھلواری رخانہ باغ

یہ دیوان خاص کے شمال مغربی کونے پر واقع ہے جسے مقامی زبان میں پھلواری یا خانہ باغ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی دو منزلہ عمارت ہے جو بیگمات کے لئے مخصوص تھی۔ اس عمارت میں سولہ خواتین کی رہائش کی گنجائش ہے اور اس کی تعمیر امیر محل کے نمونے پر کی گئی ہے۔

۷۔ پھول محل

مقامی روایت ہے کہ یہ عمارت راجامان سنگھ کا سرکاری دفتر تھی۔ اس میں ایک بڑا

ہال اور گیلری ہر دو طرف موجود ہے۔ یہ عمارت "پھول محل" کہلاتی ہے۔

رہتاس قلعے کے صدر دروازے پر تاریخ تعمیر جدید ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۵ء درج ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا تعمیرات دس سال (۱۵۸۷ تا ۱۵۹۷ء) کے عرصے میں مکمل ہوئی تھی۔ ۱۱، ۱۲، ۱۳

(۶) مخدوم شاہ دولت منیریؒ کا مقبرہ (منیر شریف / پٹنہ) سن تعمیر ۱۶۱۵ء

مخدوم شاہ دولت منیریؒ (۸۹۸ھ تا ۱۰۱۷ھ مطابق ۱۴۹۲ تا ۱۶۰۸ء) کا مرتبہ مشائخ بہار میں نہایت بلند ہے۔ آپ کا مزار منیر شریف (پٹنہ سے تیس کیلو میٹر پچھم) میں واقع ہے اور چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے مداحین میں راجا مان سنگھ، عبد الرحیم خان خاناں اور ابراہیم خاں کانکڑ (گورنر گجرات در عہد اکبری) شامل تھے۔ شہنشاہ جہانگیر اور شاہ جہاں نے آپ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کو بادشاہ ہونے کی بشارت دی تھی۔ آپ کا مقبرہ مشرقی ہندوستان میں بے نظیر ہے۔ یہ مقبرہ ابراہیم خاں کانکڑ نے ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۵ء میں تعمیر کرایا۔

مخدوم شاہ دولت منیریؒ کا مقبرہ ہند ایرانی طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ یہ مقبرہ ۵۸ / ۸۸ مربع فٹ اور دو فٹ اونچے چبوترے پر ہے، اس کے چاروں کنارے پر بارہ پہلو کی برجیاں ہیں جس حصے پر مقبرہ ہے وہ باہر سے ۳۴ فٹ۔ ۱۸ / انچ مربع ہے اس کے چاروں طرف گیارہ فٹ اٹھارہ انچ (۱۸، ۱۱) چوڑا برآمدہ ہے۔ اس کی چھت اعلیٰ قسم کی سنگ تراشی اور نقاشی کا نمونہ ہے۔ اس میں جا بجا آیات قرآنی کھدی ہیں۔ اندرونی حصہ ۲۱ / مربع فٹ ہے چار بڑے ستونوں پر عالی شان گنبد بنایا گیا ہے جو صنعت گری کا بیش بہا نمونہ ہے۔ روضہ کے اندر گیارہ بڑی جالیاں ہیں جس پر اللہ کافی کھدا ہوا ہے۔ مقبرے میں جانے کے لئے ایک

دروازہ ہے اس پر دو کتبے ہیں پہلے سے مخدوم شاہ دولتؒ کا سن وصال ایک ہزار سترہ ۱۰۱۷ھ اور دوسرے سے تکمیل روضے کی تاریخ ۱۰۲۵ھ نکلتی ہے۔

اس مقبرے میں درمیانی قبر حضرت مخدوم شاہ دولتؒ کی ہے اس کے پورب میں آپ کی اہلیہ اور پچھم میں بانی مقبرہ ابراہیم خان کانکڑ کی قبر ہے۔ مقبرے کے پچھم میں سائبان اور اس کے ساتھ دو کمرے اور ایک زمین دوز کمرہ اٹھارہ فٹ چوڑا اور بارہ فٹ لمبا ہے بیچ میں ایک وسیع مسجد پچیس فٹ لمبی اور انیس فٹ چوڑی ہے اس کے دروازے پر ایک کتبے میں آیات قرآنی درج ہیں اور دوسرے کے آخری مصرے ''چوں ابراہیم بیت اللہ بنا کرد'' سے سن تعمیر ۱۰۲۵ھ ظاہر ہے۔ [۱۴]

اس مقبرے کے جانب شمال مغلیہ طرز کا بہت بڑا صدر دروازہ ہے اس کے دونوں طرف ہشت پہلو برجیاں اور اوپر دو سائبان ہیں۔ دروازے کے باہر وسیع چبوترہ اور زینے بنے ہوئے ہیں جیسا کہ جامع مسجد دھلی کے دروازے پر ہے صدر دروازے کے پہلے کتبے کے آخری مصرعے ''قل یومن دخلہ کان آمنا'' اور دوسرے کتبے کے آخری مصرعے ''در دولت کشادہ باد دوام'' سے سن تعمیر ۱۰۲۵ھ ظاہر ہے۔ [۱۵] جانب جنوب تالاب کی طرف جانے کے لئے ایک دروازہ ہے تالاب کے کنارے واقع ہونے سے اس کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔ اس مقبرے کو لارڈ کینگھم نے مشرقی ہندوستان کے نادر مقبروں میں شمار کیا ہے۔ ۱۹۵۲ء سے یہ محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہے اور وہی اس کی دیکھ ریکھ کا ذمہ دار بھی ہے۔ [۱۵]

(۷) داؤدنگر کا قلعہ، سن تعمیر ۱۶۶۴ء، واقع داؤدنگر

(اورنگ آباد بہار)

داؤدنگر کا قلعہ (اورنگ آباد، بہار) بے توجہی کا شکار ہوکر تقریبا منہدم ہوچکا ہے ۱۶۶۴ء میں پلاموں کے راجا کے خلاف مہم تیز کرنے والے اورنگ زیب کے صوبہ دار داؤد خاں نے مہم کی کامیابی کی توقع میں اس قلعے کی تعمیر کرائی تھی۔ اس کے ساتھ اس نے داؤدنگر

شہر بھی بسایا تھا۔ یہ قلعہ داؤدنگر کے پرانے شہر میں واقع ہے، جو مشرقی ہندوستان کا ایک اہم تجارتی مرکز تھا اور بنارس کی اہم تجارتی شاہرہ پر واقع تھا۔ اس قلعہ کا پتھر کافی خوبصورت ہے اس کا مرکزی دروازہ بڑا طلسماتی بتایا جاتا ہے۔

شمالی دروازہ، پھاٹک پٹنہ اور مشرقی دروازہ، چھتر کا دروازہ کہلاتا تھا، مگر اب صرف ان کے باقیات ہیں۔

داؤدنگر قلعے کے اندر ایک عالیشان مسجد شکستہ حالت میں غیر آباد ہے اس مسجد میں تین گنبد اور آٹھ برجیں ہیں اور تہہ خانہ بھی ہے۔

یہ قلعہ سون ندی کے مشرقی ساحل پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف مضبوط پشتے تعمیر کئے گئے تھے اور اونچی فصیل کھڑی کی گئی تھی۔ قلعے کے اندر محلات اور اصطبل موجود تھے جن کے باقیات رہ گئے ہیں۔

لیکن طبقات ناصری کچھ اور کہانی پیش کرتی ہے۔ سلیمان خان کرارانی ۱۵۷۲ء میں بہار کا صوبہ دار تھا اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا داؤد خان کرارانی صوبہ دار بنا جس نے سلطنت دہلی کے خلاف بغاوت کردی۔ جسے کچلنے کے لئے شہنشاہ اکبر کو خود بہار آنا پڑا، پٹنہ کے قریب حاجی پور میں دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، ۱۵۷۶ء میں داؤد خان مارا گیا۔ ایک دوسری روایت کے بموجب داؤد خان کرارانی قلعہ شیر شاہ (جالان کا قلعہ) پٹنہ میں قلعہ بند ہوگیا تھا۔ بعد میں وہ فرار ہوگیا تھا اور شہنشاہ اکبر نے اس قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اگر یہ روایت تسلیم کرلی جائے تو داؤدنگر کا قلعہ ۱۵۷۶ء سے قبل تعمیر ہوچکا تھا یعنی اس کی تعمیر عہد اکبری میں ہوئی تھی نہ کہ عہد عالمگیر میں جیسا کہ مشہور ہے۔ کالہ ۱۸

(۸) شمشیر خان کا مقبرہ سن تعمیر ۱۷۱۲ء واقع شمشیر نگر (اورنگ آباد)

شمشیر خان کا مقبرہ داؤدنگر پٹنہ شاہراہ پر شمشیر نگر گاؤں میں واقع ہے۔ یہ جگہ داؤد

نگر کے پرانے شہر سے تقریباً پانچ کیلو میٹر پورب اتر جانب واقع ہے۔ تقریبا تین سو سال پرانے اس مقبرے کی حالت آج بے حد خستہ ہے۔ اس کی ایک دیوار گر چکی ہے یہ مقبرہ عظیم آباد، اودھ، گورکھپور کے صوبے دار شمشیر خاں کا ہے۔ جس نے اورنگ زیب کے لڑکے معظم کی وفات (۱۷۱۲ء) کے بعد ہوئی تخت نشینی کی جنگ میں شہزادہ رفیع الشان کا طرف دار ہو کر جنگ لڑی تھی اور بعد میں رحیم خان افغان کی بغاوت کے دوران پتھر کی زد میں آکر مارا گیا۔ اپنے مقبرے کی تعمیر شمشیر خان نے خود کرائی تھی۔ وہ مشہور شاعر اور اکبر کے نورتن عبد الرحیم خان خانان کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

اس مقبرے کی تعمیر کا پلان اس طرح ہے۔ ایک وسیع چبوترے پر عمارت 50X50 تعمیر کی گئی ہے جس کے درمیان 30X36 مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کے چاروں طرف تین / تین دروازے ہیں یعنی کل بارہ دروازہ ہیں اس کے چاروں طرف سائبان ہے۔ جس کے اوپر جالیاں لگی ہوئی ہیں اور چاروں طرف کونے میں چھوٹے مینار بنے ہوئے ہیں جس کے درمیان میں ایک بڑا گنبد بنا ہوا ہے۔ یہ گنبد مقبرے کے اوپر ایک منزل کی تعمیر کے بعد بنایا گیا ہے یہ مقبرہ دہلی میں ہمایوں کے مقبرے کے طرز پر بنا ہوا ہے لیکن اس میں اضافہ یہ ہے کہ بیرون سائبان میں جالیاں لگی ہوئی ہیں اور مینارہ بنا ہوا ہے۔ چونکہ شمشیر خاں نے یہ مقبرہ خود تعمیر کرلیا تھا اس لئے اس کے پیش نظر عہد مغلیہ میں تعمیر ہونے والے دیگر مقبرے ضرور رہے ہوں گے۔

یہ مقبرہ سرخ پتھر سے بنا ہوا ہے اور مشرقی ہندوستان میں ہند ایران طرز تعمیر کا ایرانی نمونہ ہے۔ گرچہ یہ مقبرہ محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہے لیکن محکمہ کا کوئی ملازم یہاں نہیں رہتا ہے۔ ۱۹-۲۰

(۹) میر قاسم کا قلعہ مونگیر سن تعمیر ۱۷۶۲ء

میر قاسم نے ۱۷۶۲ء میں (مرشد آباد کی بجائے) مونگیر کو راجدھانی بنایا میر قاسم کو

اپنی حکومت کے شروع کے دنوں سے ہی یہ احساس ہوگیا کہ سالہا سال اقتدار کی رسہ کشی میں مبتلا حاکموں نے اس شہر کی تعمیر وترقی کو پس پشت ڈال دیا تھا جس کے نتیجے میں قدرتی وسائل سے مالامال یہ شہر ترقی اور خوشحالی سے محروم رہا۔ لہٰذا میر قاسم نے مونگیر شہر اور اسکے گرد ونواح کا ازسرنو جائزہ لے کر تعمیر وترقی کا کام شروع کیا۔

سب سے پہلے اس نے ایک مضبوط تین دروازوں والا قلع بنوایا جس کی اونچی اونچی فصلیں آج بھی اس پر شکوہ عہد کا پتہ دیتی ہیں۔ اس قلعے کے اندر متعدد عمارتیں بنوائیں اپنے لئے ایک محل اور ایک خفیہ سرنگ کی تعمیر بھی کرائی۔

(۱) پیر نافہ کا مزار

یہاں کی دیواروں پر کتبہ کی کئی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ ۱۴۹۷ء میں مغل شہزادہ دانیال یہاں آیا تھا جو پیر نافہ کے عقیدت مندوں میں تھا۔ اسی کے حکم سے اس مقبرے کی تعمیر نو کا کام شروع ہوا۔ لیکن ناوابستگی کی بنا پر اس کی دیوار مقبرے پر کھڑی کردی گئی جو باربار گرتی رہی۔ آخر کار معمار کو خواب میں بشارت ہوئی کہ جتنی دور تک نافے (مشک) کی خوشبو ملے اس کے بعد دیوار تعمیر کی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا- غالباً یہی وجہ ہے کہ اس کا نام پیر نافہ پڑ گیا۔

(۲) کشٹ ہرنی گھاٹ

اس قلعے کے مغربی گھاٹ پر تعمیر کیا گیا ایک پختہ گھاٹ ہے۔ جہاں اس یقین کے ساتھ غسل کیا جاتا ہے کہ انسان کے سب کشٹ (مصیبت) دور ہوجائیں گے۔ یہاں پر خاص وعام کو پوجا اور غسل کی اجازت ہے۔

اس کے بغل میں ایک سرنگ ہے جسے میر قاسم کی تعمیرات میں شمار کیا جاتا ہے سرنگ کا دوسرا دروازہ راج محل ضلع صاحب گنج (سنتھال پرگنہ) (راجدھانی بنگالہ درعہد راجامان سنگھ) میں ہے۔

اس سے متصل میر قاسم کے دو بچوں گل اور صنوبر کا مزار ہے۔ جنہیں انگریزوں نے بے رحمی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آزادی سے قبل انگریز سپاہی ان کی مزار پر صبح و شام بندوق کی سلامی دیتے تھے۔

کیا ہم انگریزوں سے بھی زیادہ بے رحم ہوگئے ہیں کہ ان کے مزار پر عقیدت کے دو پھول بھی نچھاور نہیں کرسکتے ہیں۔

(۳) پیر پہاڑی

یہ ایک بزرگ شاہ لوہانی کا مزار ہے جو مونگیر شہر سے چند میل کے فاصلے پر پورب کی جانب ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس مزار پر عید الفطر کی ساتویں شب کو فاتحہ خوانی کے لئے میلہ لگتا ہے اس پہاڑی پر بھی ایک سرنگ ہے اور اس میں ایک دروازہ ہے چینی سیاح ہوانگ سوانگ (HUANG-SUAG) نے اپنے سفر نامے میں اس پہاڑی کا ذکر کیا ہے۔

۱۷۶۱ء میں میر قاسم کے سپہ سالار گرگھی خان نے ایک عمارت بنوائی تھی جو مسلم صنعت گری کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ آج یہ عمارت دور درشن کا ریلے سنٹر ہے۔

قلع مونگیر کے اندر موجود تعمیرات درج ذیل ہیں۔

۴۔ گیان درشن (بہار یوگا اسکول) یوگا یونیورسٹی۔

۵۔ شہید اسمارک

۶۔ جے پرکاش اودیان (عہد انگلشیہ میں کمپنی باغ)

قلعے کے اندر پولو میدان اب بھی موجود ہے چند اہم تعمیرات کو انگریزوں نے منہدم کرادیا تھا اور ان کی جگہ انگریز حکمرانوں کی رہائش کے لئے نئے مکانات تعمیر کردئے گئے تھے۔ لیکن قدیم عمارتوں کے زمین بوس ہونے کے بعد بھی زیر زمین کمرے، راہ داریاں، شفا خانے، اور مساجد کے باقیات آج بھی نظر آتے ہیں۔ الخ

حوالے:

۱۔صدائے بازگشت ،مؤلفہ پروفیسر قیام الدین احمد، لیبل آرٹ پریس پٹنہ ۱۹۸۵ء،ص ۵۵۔

۲۔شرفا کی نگری (تذکرہ صوفیائے بہار، جلد اول) مؤلفہ سید قیام الدین نظامی، ناشر نظامی اکاڈمی ،کراچی، ۱۹۹۵ء،ص۔ ۱۴۳۔ ۱۴۲

۳۔صدائے بازگشت ،مؤلفہ پروفیسر قیام الدین احمد،ص ۶۳

۴۔پٹنہ کے کتبے مرتبہ فصیح الدین بلخی ناشر خدا بخش لائبریری پٹنہ ۱۹۹۴ء،ص ۶۳

۵۔نجی معلومات سے تصدیق شدہ (راقم الحروف)

۶۔صدائے بازگشت ،مؤلفہ پروفیسر قیام الدین احمد،ص ۵۷۔۵۶

۷۔نجی معلومات سے تصدیق شدہ (راقم الحروف)

۸۔نخلستان (سہ ماہی / جے پور) بابت اپریل۔جون ۱۹۹۲ء

۹۔بحوالہ المفا بہار میں راجامان سنگھ کی تعمیرات از سید شاہد اقبال)

۱۰۔نجی معلومات سے تصدیق شدہ (راقم الحروف)

۱۱۔نخلستان (سہ ماہی / جے پور) بابت جولائی تا ستمبر ۱۹۹۲ء

۱۲۔Raja ManSing of Amber By Dr.R. N Prasad

Publshed By. the world Press Colcutta.1966.Page.No-146-170-155-163-164-171-144

۱۳۔نجی معلومات سے تصدیق شدہ (راقم الحروف)

۱۴بحوالہ مقالہ: روشنی کے مینار۔حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ

مقالہ نگار: مولانا سید شاہ مراد اللہ منیریؒ ندوی / آکاش وانی پٹنہ سے نشرہ شدہ بتاریخ ۳۰۔نومبر ۱۹۸۴ء

۱۵۔پٹنہ کے کتبے مرتبہ فصیح الدین بلخی ناشر خدا بخش لائبریری پٹنہ ۱۹۹۴ء،ص ۱۶، ۱۵

۱۶۔نجی معلومات سے تصدیق شدہ (راقم الحروف)

۱۷۔ روزنامہ قومی تنظیم، پٹنہ مورخہ ۲۱۔اکتوبر ۲۰۰۲ء مقالہ نگار اورنگ آباد کے تاریخی قلعے اور منادر سید قمر العارفین رضوی

۱۸۔صدائے بازگشت، مؤلفہ پروفیسر قیام الدین احمد،

۱۹۔ روزنامہ'' قومی تنظیم، پٹنہ مورخہ ۲۱۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء۔ ماخوذ از مقالہ اورنگ زیب کے تاریخی قلعے اور منادر از سید قمر العارفین رضوی

۲۰۔نجی معلومات سے تصدیق شدہ (راقم الحروف)

۲۱۔قلع مونگیر سے متعلق معاد اور معلومات کی فراہمی کے لئے راقم الحروف ڈاکٹر اقبال حسن آزاد، ساکن شاہ کالونی (مونگیر) اور حضرت مولانا شاہ لطیف الرحمٰن صاحب، سکریٹری انجمن حمایت السلام، (مونگیر) کا شکرگزار ہے۔

❀❀❀